ریس......زندگی اور موت کی

محمد عابد رحمت (جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

میں سیٹ کی پشت پر سر ٹکائے سونے کی کوشش کر رہا تھا اور مجھے نیند کی آغوش میں اترے ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ اچانک چیخ و پکار سے میری آنکھ کھل گئی۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پچھلی نشستوں پر بیٹھی عورتیں جن میں ایک ادھیڑ عمر عورت بھی شامل تھی وہ سب ڈرائیور پر چیخ چلا رہی تھیں اور ساتھ ہی اسے گالیوں سے بھی نواز رہی تھیں۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ بس کی سپیڈ کافی بڑھ گئی ہے

پھر اچانک ہی کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی سنسناتی ہوئی ہارن کی آواز سنائی دی۔ دوسری بس کا ڈرائیور مسلسل ہارن پہ ہارن دیئے جا رہا تھا اور ہماری بس سے آگے نکلنے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا، بالآخر وہ آگے نکلنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور ہمارے پاس سے راکٹ کی طرح گزر گیا۔

میں جس بس میں سوار تھا اس بس کا ڈرائیور بھی ''ہم بھی کسی سے کم نہیں'' کے مصداق گزر جانے والی بس سے آگے نکلنے کی دھن میں ریس پہ ریس دیئے جا رہا تھا۔ تمام مسافر ہی چیخ چلا رہے تھے میرے پیچھے بیٹھی ادھیڑ عمر عورت نے تو رونا شروع کر دیا مگر مجال ہے کہ ڈرائیور کے کان پر جوں تک رینگی ہو۔

ڈرائیور اندھا دھند بس دوڑائے جا رہا تھا۔ پھر اس نے دوسری بس کو کراس کر ہی لیا۔ اس کراسنگ اور ریس کے دوران حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔ اس لیئے کہ جب ہماری بس دوسری بس کے قریب سے گزرنے لگی تو دونوں بسوں میں فقط ایک ہاتھ یا پھر اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ اگر بس ذرا سی بھی بے قابو ہو جاتی تو دونوں بسوں کا حادثے سے دوچار ہو جانا کچھ بعید نہ تھا اور پھر اس کے نتیجے میں جو ہلاکتیں واقع ہوتیں ان کی تعداد یقیناً سینکڑوں میں ہوتی۔

میری آنکھوں نے جب یہ منظر دیکھا تو فوراً میرے ذہن کی سکرین پر اخبارات میں چھپنے والے دلخراش واقعات کی فلم چلنے لگی۔ اس فلم میں کئی سین نظر آئے اور ان سینز میں کہیں تو گاڑی

بے قابو ہو کر کھائی میں جا گری، کہیں گاڑی کسی چیز سے ٹکرا کر بری طرح جلی اور مسخ ہوئی اور کہیں اس بے قابو گاڑی نے کئی انسانوں کو کچل ڈالا۔ اس فلم کا The End ہزاروں انسانی جانوں اور ٹرانسپورٹ کے ضیاع کی صورت میں ہوا۔

مجھے اس مشاہدے نے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ایسے حادثات کے ذمہ دار اور مجرم کون ہیں؟ میرے دل و دماغ نے یہی جواب دیا کہ ان حادثات کے ذمہ دار ایسے ڈرائیور ہی ہیں جو اپنی انا کی تسکین اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی ''شوخی'' اور ''ضد'' میں گاڑی میں بیٹھے اس باپ کو بھول جاتے ہیں جس کے بچے اس انتظار میں ہیں کہ ابو جان کئی ہفتوں بعد ہمارے لیۓ پیسے اور کھانے پینے کی دوسری اشیاء لیۓ لوٹ رہے ہیں مگر باپ بچوں کے دیدار کی حسرت دل میں لیۓ ہی ان تک پہنچنے سے پہلے ہی رب تک جا پہنچتا ہے، گاڑی میں محوِ سفر اس بیٹے کو بھول جاتے ہیں جس کی ماں ممتا بھرے جذبات لیۓ اپنے بیٹے کو سینے سے لگانے کی سرشاری میں بے تاب دہلیز پہ کھڑی اس کی راہ دیکھ رہی ہے کہ کب میرا لعل سفر سے لوٹے گا اور وہ کب اس کا ماتھا چومے گی۔ مگر ماں کو دروازے پر ہی اس کی مسخ شدہ لاش موصول ہوتی ہے جس کا چہرہ پہچاننے سے اس کے دل کی آنکھیں بھی عاجز ہیں۔

گاڑی میں سفر کرتے اس بھائی کو بھول جاتے ہیں جس کے بہن بھائی اس چاہ میں ہیں کہ کب بھائی آئے اور وہ بھائی کی شادی کی خوشیاں دیکھیں مگر جب بھائی کی کٹی پھٹی آدھی لاش گھر پہنچتی ہے تو گھر میں کہرام مچ جاتا ہے، صفِ ماتم بچھ جاتی ہے اور بارات کی جگہ جنازہ نکلتا ہے۔ وہ گاڑی تلے کچل جانے والے اس راہ گیر کو بھول جاتے ہیں جو گھر سے سودا سلف لینے نکلا ہے، جس کے اہل و عیال اس کے منتظر ہیں کہ ہمارا پیارا گھر آئے گا مگر گھر والوں کو اس کے جسم کا بکھرا ہوا شیرازہ ملتا ہے۔

ان سب کے قاتل ایسے ڈرائیور اور وہ لوگ ہیں جو ان کو اس گھناؤنے فعل پر ابھارتے ہیں۔ میری ان ڈرائیوروں اور ایسے لوگوں سے نہایت ہی مودبانہ گزارش ہے کہ خدارا اپنی اور لوگوں کی قیمتی جانوں کا احساس کریں تا کہ قیامت کے روز آپ ان کے مجرم نہ ٹھہریں۔